پروفیسر فتح محمد ملک

ریکٹر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

اقبال اور جمال الدین افغانی

Professor Fateh Muhammad Malik

Ractor,International Islamic Univesity,Islamabad

Iqbal and Jamal-ud-Din Afghani

This essay is an attempt to highlight the everlasting impact of Syed Jamal-ud-Din Afghani (1839-1897) on Allama Muhammad Iqbal (1877-1938) in particular and on the contemporary Muslim world in general. In this connection I have focussed on Iqbal's Reconstruction of Religious Thought in Islam and portrayel of Syed Jamal-ud-Din Afghani and discussion of his religious and political ideals in the sphere of mercury in "Javed Nama". I have come to the conclusion that this outstanding ideologist and political activist of the late nineteen century Muslim world is as relevent today as he was in his life time.

سیّد جمال الدین افغانی (۱۸۳۹-۱۸۹۷ء) کی ترکی میں پر اسرار وفات کے وقت علامہ اقبال (۱۸۷۷-۱۹۳۸ء) کی عمر فقط بیس برس تھی۔ یوں دُنیائے اسلام کے اس روشن ستارے کا غروب ایک نئے اور تابناک سورج کے طلوع کی بشارت بن گیا۔ افغانی نے دُنیائے اسلام کی حیاتِ نو کی خاطر مختلف ممالک میں جلاوطنی یا قید و بند کی زندگی بسر کرتے ہوئے بڑی یکسوئی اور انتہائی انہماک کے ساتھ اپنی گفتار سے جو کام لیا تھا اقبال نے ملّتِ اسلامیہ کی بیداری، آزادی اور ترقی کا یہی فریضہ اپنے قلم سے سرانجام دیا ہے۔

اقبال کی فکری اور نظریاتی نشوونما میں سیّد جمال الدین افغانی کا فیضان ہمیشہ کارفرما رہا ہے۔ اقبال کے نزدیک ''سیّد جمال الدین افغانی کئی اعتبار سے عہدِ حاضر کے عظیم ترین مسلمان تھے (۱)''، مسلمانوں کی مادی اور روحانی پسماندگی کے موضوع پر پنڈت جواہر لعل نہرو کے اُٹھائے گئے چند سوالات کے جواب میں اقبال نے سیّد جمال الدین افغانی کو اپنے عہد کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ مسلمان قرار دیتے وقت لکھا تھا:

> "Strange are the ways of Providence. One of the most advanced Muslims of our time, both in religious thought and action, was born in Afghanistan. A perfect master of nearly all the Muslim languages of the world and endowed with the winning eloquence,

his restless soul migrated from one Muslim country to another influencing some of the most prominent men in Persia, Egypt and Turkey.....He wrote little, spoke much and thereby transformed into miniature Jamal-al-Dins all those who came into contact with him. He never claimed to be a prophet or a renewer, yet no man in our time has stirred the soul of Islam more deeply than he. His spirit is still working in the world of Islam and nobody knows where it will end."(2)

درج بالا سطور میں اقبال نے پنڈت نہرو کو تین امور کی جانب متوجہ کیا تھا۔ اوّل یہ کہ پنڈت جی مسلمانوں کی پسماندگی سے غلط نتائج اخذ نہ کرے اور اِس حقیقت پر غور فرمائیں کہ انقلابی فکر و عمل کے اعتبار سے عہدِ حاضر کے سب سے بڑے ترقی پسند مسلمان، جمال الدین افغانی، نے دُنیائے اسلام کے پسماندہ ترین خطّے، افغانستان، میں پرورش پائی تھی۔ دوم یہ کہ سیّد جمال الدین افغانی کی بے چین روح ایک کے بعد ایک مسلمان مملکت سے سیماب وار ہجرت کرتی رہی مگر ہر مملکت میں اسلام کی انقلابی روح کو بیدار اور مصلحین کی ایک جماعت کو تیار کرتی چلی گئی۔ سوم یہ کہ ہر چند آج جمال الدین افغانی اِس دُنیا میں نہیں ہیں تاہم اُن کی مضطرب روح آج بھی دُنیائے اسلام میں سرگرمِ کار ہے۔

اقبال نے اپنے عقیدت مندوں کے نام متعدد خطوط میں سیّد جمال الدین افغانی کو خراجِ عقیدت پیش کرتے وقت عہدِ حاضر کا سب سے بڑا مجدّد قرار دیا ہے۔ بلاشبہ اُن کی زندگی دُنیائے اسلام میں سیاسی اور روحانی انقلاب کی تمنّا میں ہمیشہ ایک اضطرابِ مسلسل سے عبارت رہی ہے۔ اسلام میں دینی فکر کی نئی تشکیل کے موضوع پر اپنی شہرۂ آفاق تصنیف Reconstruction میں اقبال اِس حقیقت پر نالاں دکھائی دیتے ہیں کہ سیّد جمال الدین افغانی کو زندگی بھر امن و سکون کے وہ لمحات کبھی میسر نہ آ سکے جن میں وہ اپنی اجتہادی فکر کو مربوط انداز میں پیش کر سکتے۔ اُن کے خیال میں:

"The man, however, who fully realized the importance and immensity of the task, and whose deep insight into the inner meaning of the history of Muslim thought and life, combined with a broad vision engendered by his wide experience of men and manners, would have made him a living link between the past and the future, was Jamaluddin Afghani. If his indefatigable but divided energy could have devoted itself entirely to Islam as a system of human belief and conduct, the world of Islam, intellectually speaking, would have been on a much solid ground

to-day."(۳)

اقبال کی یہ تمنا کہ کاش سیّد جمال الدین افغانی نے اپنی تمام تر صلاحیتیں دُنیائے اسلام میں فکرو دانش کا انقلاب برپا کرنے میں صرف کردی ہوتیں فقط اِس لیے حسرت بن کر رہ گئی کہ سیّد جمال الدین افغانی کی اوّلیں توجہ ملتِ اسلامیہ میں سیاسی انقلاب برپا کرنے پر مرکوز رہی تھی۔ وہ تجدید و احیاء کی خاطر مروّجہ نظامِ سیاست کی شکست و ریخت کو انتہائی اہم خیال کرتے تھے۔ چنانچہ بڑی حدتک اِسی مقصد کے حصول میں سرگرمِ عمل رہتے تھے۔ اپنی انہی سرگرمیوں کے باعث اُنہیں قید و بند کی اذیت سے بھی گزرنا پڑا اور جلاوطنی کے عذاب سے بھی۔ میں اِس سلسلے میں ستمبر ۱۸۷۹ء میں مصر سے اُن کی بے دخلی کی مثال کو کافی سمجھتا ہوں۔ توفیق پاشا سیّد جمال الدین افغانی اور اُن کے وسیع حلقۂ اثر کی بدولت خدیوِ مصر کی مسند پر متمکن ہوئے تھے۔ اقتدار میں آنے سے پہلے توفیق پاشا نے وعدہ کیا تھا کہ وہ مصر میں سیّد جمال الدین افغانی کی تجویز کردہ اصلاحات نافذ کردیں گے۔ اِن اصلاحات کے نفاذ کی جانب اوّلیں قدم ایک نمائندہ اسمبلی کا قیام تھا۔ یہ اصلاحات مجوزہ اسمبلی کے ذریعے ہی نافذ ہونا تھیں۔ جب فرانس اور برطانیہ، ہردو نے متحد ہوکر توفیق پاشا پر دباؤ ڈالا کہ وہ کسی بھی قسم کی نمائندہ حکومت قائم نہ کریں تو اُس نے یورپ کی اِن استعماری طاقتوں کی خوشنودی کی خاطر سیّد جمال الدین افغانی ہی کو مصر سے نکال باہر کیا۔

سیّد جمال الدین افغانی ملت اسلامیہ کے مختلف ممالک میں آئینی حکومت اور نمائندہ پارلیمنٹ کے قیام کو دنیائے اسلام کی حیاتِ نو کی جانب پہلا قدم قرار دیتے تھے۔ ان کے خیال میں مسلمان ممالک میں جدید جمہوری نظام کی ترویج اسلام کی حقیقی روح کو ازسرِنو دریافت کرنے اور سرگرم عمل بنانے کے لیے لازم ہے۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر انہوں نے دنیائے اسلام کی علمی بیداری اور سیاسی ارتقاء میں تاریخی کردار سرانجام دیا تھا۔ مسلمان سلاطین وملوک اور مسلمان ممالک میں سرگرم کار مغربی سامراج، ہردو، ان کی اِن اصلاحی، تجدیدی اور انقلابی سرگرمیوں سے ہمیشہ خائف رہے۔ چنانچہ انہیں ایک کے بعد ایک مسلمان ملک سے جلاوطن ہونا پڑا۔

میں یہاں مصر سے ان کی جلاوطنی کے اسباب بیان کردینا کافی سمجھتا ہوں۔ مصر کے نامور عالم دین محمد رشید رضا نے اپنے زیر ادارت جریدہ ''المنار'' میں لکھا ہے کہ ''سیّد صاحب کے خلاف قدامت پسند شیوخ نے تین بڑے بڑے الزامات عائد کیے تھے: اوّل: وہ فلسفے کا علم زیادہ رکھتے ہیں۔ دوم: وہ بعض ایسے رسوم وعقائد کی پابندی سے انکار کرتے ہیں جو عوام کے نزدیک دین کا جزو قرار پاچکے ہیں۔ سوم: ان کے اکثر پیروکار مذہب کی طرف سے بےتوجہ ہیں۔ ان الزامات کا جواب سیّد رشید رضا نے یہ دیا ہے کہ اس میں ان شیوخ کی سابقہ تربیت کا قصور ہے۔ سیّد صاحب سے رابطہ اس کا ذمہ دار نہیں۔''(۴) قدامت پسند اور تقلید پرست علماء کے ساتھ ساتھ مسلمان ممالک میں کارفرما سامراجی قوّتیں بھی جمال الدین افغانی کے مصائب کی ذمہ دار تھیں۔

سیّد جمال الدین افغانی اگر ایک طرف نمائندہ حکومت کے قیام کو سیاسی انقلاب کا پہلا مرحلہ سمجھتے تھے تو دوسری جانب انسانی علوم میں مشرقی اور مغربی کی تقسیم کو غلط قرار دیتے تھے۔ اُن کی نظر میں تمام علوم کا حصول مسلمانوں کی بنیادی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر انور معظم نے اپنے مضمون بعنوان ''جمال الدین افغانی کا مقام'' میں اِس امر کی نشاندہی کی ہے کہ ''افغانی کے تعلیمی تصورات میں ہم ایک ایسے مصلح کی جھلک دیکھتے ہیں جس نے پہلی بار مسلمانانِ عالم کو جدید سائنسی تعلیم کی شدید کمی کی طرف توجہ دلائی۔ ان کے تعلیمی نصاب میں علوم اسلامیہ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ کیمیا، طبیعات، نباتات، ریاضی، علم ہندسہ وغیرہ پر بھی پورا پورا زور دیا گیا ہے۔ افغانی ان قدامت پرست، روایتی مذہبی علماء میں سے نہیں جو قومی احیاء کے لیے صرف عقائد کی درستی یا عبادات کی پابندی کی تلقین ہی کو سب کچھ سمجھ لیتے ہیں۔ افغانی جس قدر دین

دار ہیں، اسی قدر دنیادار بھی ہیں۔ وہ تمام تہذیبی کمالات اور معاشی خوشحالیوں سے مستفید ہونا چاہتے ہیں (۵)۔'' اقبال نے بھی ملّتِ اسلامیہ کی ہر دو بنیادی ضرورتوں کو ہمیشہ مدنظر رکھا مگر اِس فرق کے ساتھ کہ وہ علمی وفکری انقلاب کو سیاسی ومعاشرتی انقلاب کا پیش خیمہ سمجھتے تھے۔ زندگی کی خارجی سطح پر انقلاب برپا کرنے کی خاطر پہلے زندگی کی اندرونی گہرائیوں کو انقلاب آشنا کرنا لازم قرار دیتے تھے۔ چنانچہ دُنیائے اسلام کی اندرونی گہرائیوں کو انقلاب آشنا کرنے کی خاطر وہ عمر بھر اپنی شاعری اور نثر کے ذریعے نظریاتی اور فکری انقلاب کی راہیں روشن کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''جاوید نامہ'' کے فلکِ عطارد پر وہ جمال الدین افغانی کی روح سے مکالمہ کرتے وقت اپنے اسلامی انقلابی تصوّرات کو بڑے ڈرامائی حُسن کے ساتھ جمال الدین افغانی کی زبانی پیش کرتے ہیں۔ یہ گویا اقبال کی جانب سے افغانی کو زبردست خراجِ تحسین ہے۔ اقبال جب مولانا رومی کے ہمراہ فلکِ عطارد پر پہنچتے ہیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ:

سیّد السادات مولانا جمال
زندہ از گفتارِ اُو سنگ و سفال
قرأتِ آں پیر مردِ سخت کوش
سورۂ والنّجم و آں دشتِ خموش
قرأتی کز وی خلیل آید بہ وجد
روحِ پاکِ جبرئیل آید بہ وجد
دل ازو در سینہ گردد ناصبور
شور الاّ اللہ خیزد از قبور
اضطراب شعلہ بخشد دُود را
سوز و مستی میدہد داوٗد را
آشکارا ہر غیاب از قرأتش
بی حجاب اُمُّ الکتاب از قرأتش
من زجا برخاستم بعد از نماز
دست اُو بوسیدم از راہ نیاز

اس پر افغانی اقبال سے دُنیائے اسلام کی زندگی میں عصری کشمکش پر اظہارِ خیال کی فرمائش کرتے ہیں۔ جواب میں اقبال دُنیائے اسلام میں دین و وطن کی آویزش اور اشتراکیت وملوکیت کے درمیان کشمکش کی صورتِ حال پر روشنی ڈالتے ہیں۔ افغانی جواب میں جغرافیائی وطنیت کی نفی اور روحانی یگانگت سے پُھوٹنے والے قومی فکر واحساس کا اثبات کرتے ہیں۔ ملوکیت واشتراکیت کے مابین کشمکش کے باب میں افغانی اشتراکیت کو سرمایہ پرستی پر ترجیح دیتے ہوئے ہر دو کو ''یزداں ناشناس اور آدم فریب'' قرار دیتے ہیں:

ہر دو را جان ناصبور و ناشکیب
ہر دو یزدان ناشناس آدم فریب

زندگی این را خروج آن را خراج
درمیان این دو سنگ ، آدم زجاج
این بہ علم و دین و فن آرد شکست
آن برد جان را زتن ، نان را ازوست
غرق دیم ہر دو را در آب و گل
ہر دو را تن روشن و تاریک دل
زندگانی سوختن با ساختن
در گِلِ خود تخمِ دِلِ انداختن

یہ سُن کر اقبال سوال کرتے ہیں کہ دُنیا میں عالمِ قرآن کہاں واقع ہے؟ ہرچند افغانی کا جواب نفی میں ہے تاہم یہ نفیٔ بے اثبات نہیں ہے۔ اثبات میں افغانی کہتے ہیں:

عالمے در سینۂ ما گم ہنوز
عالمے در انتظارِ قُم ہنوز
عالمے بے امتیاز خون و رنگ
شام اُو روشن تر از صبحِ فرنگ
عالمے پاک از سلاطین و عبید
چون دل مؤمن کرانش ناپدید
عالمے رعنا کہ فیض یک نظر
تخم اُو افگند در جان عمرؓ
لا یزال و واردانش نو بہ نو
برگ و بار محکماتش نو بہ نو
باطن اُو از تغیّر بے غمے
ظاہرِ اُو انقلاب ہر دمے
اندرون تُست آن عالم نگر
می دہم از محکمات اُو خبر

اقبال فکر و خیال کے اسی تسلسل میں جمال الدین افغانی کی زبانی مثالی اسلامی ریاست کے محکمات (بنیادی اصولوں) پر روشنی ڈالتے ہیں۔ پہلا اصول ''خلافتِ آدم'' ہے:

برتر از گردوں مقامِ آدم است

اصل تہذیب احترامِ آدم است

دوسرا اصول ''حکومتِ الٰہی'' ہے۔ یہاں نہ تو بندۂ حق کسی کی غلامی قبول کرتا ہے اور نہ ہی کسی کو اپنا غلام بناتا ہے۔ یہاں صلح و آشتی اور عدل و انصاف کا بول بالا ہے۔ یہاں مغرب کے استحصالی نظام کو ترک کر کے قرآن کے دامن سے وابستگی کا شیوہ اختیار کر لیا گیا ہے۔ تیسرے اصول میں ''ارض ملک خداست'' کے عنوان سے اس حقیقت پر بھرپور روشنی ڈالی گئی ہے کہ زمین اللہ کی ملکیت ہے اور کاشتکار کے پاس فقط زمین اللہ کی امانت ہے جس پر وہ کاشت کا حق تو ضرور رکھتا ہے مگر اس کا مالک ہرگز نہیں۔ یہاں جاگیردار کو یوں مخاطب کیا گیا ہے:

دِہ خدایا نکتۂ از من پذیر
رزق و گور از وے بگیر او را مگیر
صحبتش تا کے تو بود و اُو نبود
تو وجود و او نمود بے وجود
تو عقابے طایف افلاک شو
بال و پر بکُشا و پاک از خاک شو
باطنِ ''الارض لِلّٰہ'' ظاہر است
ہر کہ ایں ظاہر نبیند کافر است

مثالی اسلامی ریاست کا چوتھا بنیادی اصول ''حکمت خیر کثیر است'' سے عبارت ہے۔ یہاں اِس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ علم و حکمت مومن کی میراث ہے۔ ''گفت حکمت را خدا خیر کثیر / ہر کجا این خیر را بینی بگیر''۔ گویا حکمت، مشرق و مغرب، جہاں سے بھی ملے، ہمارا اپنا مال ہے۔ بس اتنا فرق سمجھ لینا ضروری ہے کہ ''علم بے عشق است از طاغوتیاں / علم با عشق است از لاہُوتیاں''۔ چنانچہ علم کو عشق کی آنچ میں پختگی بخشنا لازم ہے۔ مثالی اسلامی مملکت کے بنیادی اصولوں کے بیان کے آخر میں یہ بتانا ضروری سمجھا گیا ہے کہ یہ مثالی اسلامی ریاست ابھی تک حجاب میں ہے جبکہ آج کی دُنیائے اسلام فرسُودگی کی خاک میں آسودہ ہے:

محکماتش وانمودی از کتاب
ہست آن عالم ہنوز اندر حجاب
پیشِ ما یک عالمِ فرسودہ ایست
ملت اندر خاکِ اُو آسودہ ایست

افغانی فلکِ عطارد سے اقبال کو رُخصت کرتے وقت اشتراکی روس کے نام ایک پیغام ارسال کرتے ہیں۔ افغانی کی زبانی اقبال کا یہ انقلابی پیغام ایک زبردست پیش گوئی ثابت ہوا۔ اقبال نے اشتراکی روس کو لَآ اِلٰہ کے مقامِ نفی سے اِلَّا اللّٰہ کے مقامِ اثبات کی جانب پیش رفت کا مشورہ دیا تھا۔ اشتراکی روس نے یہ مشورہ سُنا اَن سُنا کر دیا۔ نتیجہ یہ کہ بالآخر اُس کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا۔ اشتراکی روس کے نام اپنے پیغام کے آغاز میں ہی افغانی اِس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ:

منزل و مقصودِ قرآں دیگر است

رسم و آئینِ مسلماں دیگر است
در دلِ اُو آتشِ سوزندہ نیست
مصطفیؐ در سینہ اُو زندہ نیست
خود طلسمِ قیصر و کسریٰ شکست
خود سرِ تختِ ملوکیت نشست
تا نہالِ سلطنت قوت گرفت
دینِ اُو نقش از ملوکیت گرفت
از ملوکیت نگاہ گردد دگر
عشق و ہوش و رسم و رہ گردد دگر

ہر چند قرنِ اوّل کے مسلمانوں نے ایرانی اور رومی ملوکیت کے طلسم کو توڑ دیا تھا تاہم بعد ازاں وہ خود رفتہ رفتہ تختِ ملوکیت پر آ براجمان ہوئے۔ اسلامی اخلاقیات کی بجائے ملوکانہ اخلاقیات اپنا لیں اور یوں جمود اور زوال کی لپیٹ میں آ گئے۔ اے اشتراکی روس! تُو ہماری سرگزشت سے عبرت پکڑ! بے شک تُو نے بھی ایک نئے انقلاب کی بنیادیں اُستوار کی ہیں مگر تمہارا انقلاب لا کے مقامِ نفی پر آ کر رُک گیا ہے۔ تُو اِس مقامِ نفی سے اِلَّا کے مقامِ اثبات کی جانب اپنا سفر جاری رکھ، ورنہ یہ انقلاب، انقلابِ مسلسل نہ بن پائے گا اور یُوں جمود اور زوال کی لپیٹ میں آ جائے گا:

کردہ ای کارِ خداونداں تمام
بگذر از ''لا'' جانبِ ''اِلا'' خرام
در گذر از ''لا'' اگر جوئندہ ای
تا رہِ اثبات گیری زندہ ای
اے کہ می خواہی نظامِ عالمے
جستہ ای اُو را اساسِ محکمے؟

انقلابِ مسلسل کا زندہ و پائندہ سرچشمہ قرآنِ حکیم ہے، تُو اسے اپنا سرچشمۂ فیضاں بنا (ایں کتابے نیست، چیزے دیگر است)۔ قرآن حکیم ایک ایسا صحیفۂ انقلاب ہے جس کی تعلیمات اگر ایک طرف سرمایہ داری نظام کے لیے موت کا پیغام ہیں تو دوسری جانب بندگانِ بے کس و لاچار کی پرورد گار ہیں:

چیست قرآں؟ خواجہ را پیغامِ مرگ
دستگیر بندۂ بے ساز و برگ
نقشِ قرآں تا دریں عالم نشست
نقش ہائے کاہن و پاپا شکست

فاش گویم آنچہ در دل مضمر است
ایں کتابے نیست چیزے دیگر است
چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود
جاں چو دیگر شد جہاں دیگر شود
مثل حق پنہان و ہم پیداست ایں
زندہ و پایندہ و گویاست ایں
اندرو تقدیر ہائے غرب و شرق
سرعتِ اندیشہ پیدا کن چو برق

جمال الدین افغانی دُنیائے اسلام کی بیداری، اتحاد اور آزادی کی خاطر اُنیسویں صدی کی سب سے بڑی، سب سے زیادہ فعّال اور سب سے بڑی انقلابی شخصیت تھے۔ علامہ اقبال نے اُن کے فکر و عمل کے فیضان کو فقط بیسویں صدی ہی نہیں بلکہ آنے والی کئی صدیوں تک ملتِ اسلامیہ کے لیے فیضانِ مسلسل بنانے کی خاطر اپنے انقلابی خیالات کو اُن کی زبانِ فیض ترجمان سے بیان کر کے اِس حقیقت کا بیّن ثبوت پیش کیا ہے کہ اِس دُنیا سے اُٹھ جانے کے بعد بھی اُن کے اصلاحی، احیائی اور انقلابی تصوّرات کی مقبولیت میں روز افزوں اضافہ ہوتا چلا آ رہا ہے۔ امریکی سکالر نکی، آر، کیڈی (N.R. Keddie) نے اپنے مقالہ بعنوان From Afghani to Khomeini کے اختتامی پیراگراف میں علامہ اقبال کے اِس خیال کی مزید تائید کرتی ہیں۔ اُن کے خیال میں:

> "Today both liberals and Islamic revivalists find appeal in Afghani, and publication of biographies of him and books by him has revivalism, in Iran and elsewhere. His stress on Islam as a force to ward off the West and to strengthen Muslim peoples through unity, his call for reforms and changes under the banner of Islam, and his attack on those who side with the West or otherwise split the Muslim community are all themes that found a long and continued succession after him. His activist, ani-imperialist version of Islam is one that still has a great appeal among a wide variety of Muslims."**(6)**

سامراج دشمن، احیائیت پسند اور حریّت کیش مسلمانوں کے لیے جمال الدین افغانی کے پیغام میں یہ کشش یورپ اور امریکہ کے سیاسی تجزیہ کاروں کے لیے تشویش اور خوف کا سبب بن چکی ہے۔ چنانچہ نکی آر کیڈی سمیت متعدد مغربی ماہرینِ سیاسیات جمال الدین افغانی کو ایرانی نژاد شیعہ ثابت کرنے میں دُور کی کوڑیاں لانے میں مصروف ہیں۔ نکی نے ایک سے زیادہ مضامین میں دادِ تحقیق دیتے ہوئے یہ ثابت

کرنے کی کوشش کی ہے کہ جمال الدین افغانی افغانستان کے شہر اسد آباد میں نہیں بلکہ اصفہان کے قریب واقع اسد آباد کے ایک شیعہ خاندان میں پیدا ہوئے تھے (۷)۔ یہ امر علامہ اقبال کی پیش بینی کا ثبوت فراہم کرتا ہے کہ اُنہوں نے اِن سامراج نواز تاویلات کا مؤثر ترین جواب قبل از وقت ہی پیش کر دیا تھا۔ علامہ اقبال نے ''جاوید نامہ'' کے فلکِ عطارد پر جمال الدین افغانی کی سیرت و کردار کی مرقع نگاری کے دوران اُن کے سراسر اسلامی انقلابی کردار کو یوں اُجاگر کیا ہے کہ نِکی ۔آر۔ کیڈی کے سے محققین کی موشگافیاں دُنیائے اسلام میں کبھی کارگر نہ ہوسکیں گی۔ بلاشبہ سیّد جمال الدین افغانی تمام تر فرقہ وارانہ مسالک سے بلند و بالا ملّتِ اسلامیہ کی وحدت، آزادی اور سربلندی کی خاطر عُمر بھر سرگرمِ عمل رہے۔ ہر چند آج وہ مادی طور پر ہم میں موجود نہیں ہیں تاہم آج بھی اُن کی روح مسلمان معاشروں میں سرگرمِ کار ہے!

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ''اقبال، افغان اور افغانستان''، ڈاکٹر اکرام چغتائی، لاہور، ۲۰۰۴ء۔

2. Speeches, Writings and Statements of Iqbal, Compiled and Edited by Latif Ahmad Sherwani, Lahore, 1977, Pp. 230-231.

3. The Reconstruction of Religious Thought in Islam, Edited and annotated by M. Saeed Shaikh, Lahore, 1986, p.78

۴ ''المنار'' جلد دوم، ۱۸۹۹ء، صفحہ ۲۴۵۔ بحوالہ چارلس سی آدمی، اسلام اینڈ ماڈرنزم ان ایجپٹ، اردو ترجمہ از مولانا عبدالمجید سالک بعنوان ''اسلام اور تحریک تجدد مصر میں''، لاہور، سن ندارد، صفحہ ۹۔

۵ رسالہ ''سویرا''، لاہور، شمارہ ۲۵، صفحہ ۲۰

6. An Islamic Response to Imerpialism: Political and Religious Writings of Sayyid Jamal al-Din "al-Afghani". 2nd ed. Barekeley 1983, Pp.xiii-xxii).

7. Incyclopaedia Iranica, Ed. Ehsan Yarshater, Vol.I, 1985, Pp. 481-486

نِکی آر کیڈی نے اپنے ایک اور مضمون میں لکھا ہے:

"Sunni Muslims are often reluctant to admit that al-Afghani was raised in Shi'i Iran and did not tell the truth about it. In fact, however, he was operating in a Shi'i tradition of self-protection and apparently feared repercussions from an Iranian identification. Moreover, he knew he would have less influence in the Sunni world if he were thought to be from Shi'i Iran. There is

no evidence that he internally identified himself as a Shi'i, and his Pan-Islamic thinking involved the reduction or removal of Shi'i-Sunni conflicts." (The Oxford Encyclopedia of the Modern Islamic World, Editor in Chief John L. Esposito. New York/Oxford: OUP, Vol. I, 1995, p.27)